ساجن پریت کا دُکھ پہچانو

''سوگئیں......؟'' خاور نے لائٹ جلا کر ٹائی گلے سے نکال کر اُچھالتے ہوئے دریافت کیا۔

(خواب سو گئے ہیں، ہمیں تو بس اب نیند ہی نیند ہے) ''نہیں ویسے ہی لیٹی ہوئی تھی۔''

''سونا بھی نہیں......آج ہمارا موڈ بہت فریش ہے۔ اس ماہ کی سب سے بڑی کنسائمنٹ کی فل پے منٹ ہوئی ہے، ریکارڈ پرافٹ۔

چلو کھانا باہر کھاتے ہیں۔ پھر واپس آکر باتیں کریں گے رات بھر...... میں ذرا چینج کر لوں۔ سارا دن پرتکلف لباس پہنے پہنے بڑی خواہ مخواہ کی سی تھکن ہو جاتی ہے۔''

وہ ''آپ ہی تیل کی، آپ ہی گھی کی'' کے مصداق کہہ اور باتھ روم میں بند ہو گئے۔

''کتنے دنوں بعد باتیں کرنے والی رات آئی ہے......؟'' وہ اُنگلیوں پر گننے لگی۔ انگارہ انگارہ سلگتی راتیں!

''ڈیوٹی......!'' کسی فرض کی طرح اپنا مطلب نکال کر پہلو پھیر کر سونے والا یہ سفاک انسان۔

جسے اس نے اپنے چور چور مکان جیسے دل میں کتنی ذمے داری اور احتیاط سے ٹکایا ہوا تھا۔ آج کی عملی اور مادی دور میں اس بیچارے دل کی وقعت ہی کہاں رہی ہے۔

یوں تو دیا بھی جاتا ہے......

لیا بھی جاتا ہے......

رکھا بھی جاتا ہے......

مگر سارے رکھاؤ سبھاؤ تبدیل ہو چکے ہیں۔ کوئی لیتا ہے تو یوں جیسے یہ بھی کوئی ضروری کام تھا جو کرنا ہی تھا۔

کوئی دیتا ہے تو یوں کہ پیدا ہونے کے بعد کی کوئی رسمی کارروائی پوری کر رہا ہو۔ کوئی رکھتا ہے تو یوں کہ ''بابا......! جان چھڑاؤ۔''

پورا چاند حیران سے تکتا رہتا ہے۔

کہاں گئے اس کے حسن پہ مرنے والے......

اس میں محبوب کی شبیہ ڈھونڈنے والے......

اس کی چاندنی میں سفید چاندنیاں چارپائیوں پر بچھا کر سرہانے موتیا رکھ کر سونے والے۔

جن کی آنکھیں قلبی سرور سے مخمور رہتی تھیں۔

کیسا ہانپتا دور ہے۔

امیر ہو، غریب ہو یا درمیانہ۔

یوں بھاگتے دوڑتے نظر آتے ہیں جیسے ان کی خوشی گائے یا بکری بن کر رسّی تڑا کر بھاگ گئی ہو اور وہ اسے پکڑنے کو دوڑ رہے ہیں۔

یا کسی کا کچھ کھو گیا ہو۔ اسے عجیب ڈھونڈ پڑ گئی ہو۔

اسکول نما کاروباری مراکز سے نکلتی تھکی ماندی اُستانی نما بوڑھی جوانیاں۔

رات بھر اپنے اپنے میاں کی پرموشنز کے چکر میں فنکشن اٹینڈ کر کے ٹرنکولائزر کھا کر سوئی ہوئی بیگمات۔

جہیز جوڑنے کے چکر میں فیکٹریوں میں جانے والی لڑکیاں۔ وہاں روزانہ کپڑوں کے مقابلے میں اُلجھ کر اپنے ''مقصد'' سے ہٹ کر اوور ٹائم سے شل، دُکھ اور تھکاوٹ سے، جلتی ہڈیوں کو لے کر گھر میں داخل ہونے والی لڑکیاں۔

اُلٹا سیدھا کھانا کھا کر چاند کی چودہ کو مزدوروں کی سی نیند سونے والی اَن کھِلی کلیوں جیسی دوشیزائیں۔

عدیم الفرصتی کا یہ عالم کہ خواب دفنا کر سوئیں اور اندیشوں کے ساتھ جاگیں۔
چاند رات کو مقابلے کی بدحواسی اتنا تھکا مارے کہ صبح تھکن سے عید کی نماز پڑھنا محال ہو۔
انواع و اقسام کی ڈشز، عزت و وقار کا مسئلہ۔ یوں اُلجھیں کہ ظہر کی نماز بھول جائیں۔
عصر، مغرب کی یوں نہ پڑھ سکیں کہ تھکن سے بری حالت......
عشاء کی اس لئے کہ یا تو مہمان یا ٹی وی اسپیشل......
کہاں گئیں ساری حقیقتیں......
کہاں گئیں ساری لطافتیں......
اتنا کپڑا...... اتنا جوتا......
اتنی جیولری...... اتنی روشنی...... اتنی رونق......
اور جو انسان کے اندر سے روشنی پھوٹتی تھی، کہاں گئی......؟
پہلے بھی تو سب کچھ تھا۔
کھانا بھی کھاتے تھے، سوتے بھی تھے، آم بھی گھنٹوں چوستے تھے۔ اب فاسٹ فوڈ کھاتے ہیں، فیک بناتے ہیں، نہ نیند پوری ہوتی ہے، نہ تھکن ٹوٹتی ہے۔
جہاں حسد ہو......
مقابلہ ہو......
بدخواہی ہو...... وہاں ''دل'' نہیں رہتا......
ہجرت کر جاتا ہے......
اُڑان بھر جاتا ہے......
اسی انوکھی اور نرالی بستی کی طرف...... جہاں سے پچھلے زمانوں میں خواب اور خوبصورتیاں اور نیکیاں چرا چرا کر لاتا تھا اور منتظر بیٹھے ہوؤں کی جھولیوں میں بھر دیتا تھا۔
اب تو جھولیاں زر کے لئے پھیلی رہتی ہیں اور اتنی بڑی بڑی کہ بھر کے نہیں دے رہیں۔
''پیٹ'' کی آڑ میں آدم زاد نے ایک آفت مچا رکھی ہے۔
ایسی آفتوں میں دل کا کیا کام۔
آدم زاد اندر خون پمپ کرنے والی ایک مشین لئے پھرتا ہے اور پرانے نام سے یاد کرتا

ہے۔

حالانکہ کہ جب سب کچھ نیا ہے تو اس مشین کا بھی کوئی نیا نام رکھ دینا چاہئے۔کوئی ''الوٹو'' ''سلوٹو'' کوئی تکنیکی سا نام۔

''کیا بات ہے، تم تیار نہیں ہوئیں......؟'' وہ اس کے سر پر کھڑے حیرت سے پوچھ رہے تھے۔

''تیار ہی ہوں۔'' وہ چونک کر کسل مندی سے گویا ہوئی۔

''بچے کیا کر رہے ہیں......؟ کیا سو گئے......؟'' وہ رسٹ واچ کلائی میں ڈالتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔

''انہیں بھی لے کر چلیں گے؟'' اس نے حیرت سے کلاک کی سمت دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''اگر جاگ رہے ہیں تو کیا حرج ہے۔کل تو ویسے بھی فرائی ڈے ہے۔ان کی بھی تفریح ہو جائے گی۔''

(ان کی ماں کے حصے کی تو تفریح ختم ہو چکی ہے، کم از کم ان کی تو ہو جانا چاہئے)۔

''دیکھتی ہوں۔'' وہ گھنگھرو لگی چنری کندھے پر ڈال کر چھن چھن کرتی باہر چلی گئی۔

دونوں بچے ٹی وی دیکھ رہے تھے۔

''بچو......! پپا کے ساتھ آئس کریم کھانے چلنا ہے......؟'' اس نے عجیب بے دلی سے دریافت کیا تھا۔

بچے خوشی سے اُچھل پڑے۔

''رئیلی......وائے ناٹ۔'' بابا نے فوراً ریموٹ اُٹھا کر ٹی وی آف کر دیا۔

وہ بچوں کے ساتھ باہر آئی تو وہ گاڑی میں ان کا انتظار کر رہے تھے۔

''کیا آج کام بہت تھا گھر میں......؟'' خاصی دیر کی ڈرائیور کے بعد ان ہی کو خاموشی توڑنے کے لئے پہل کرنا پڑی۔

''نہیں......''

''پھر طبیعت ٹھیک نہیں ہے......؟''

(آہ یہ خوش نصیب گھڑیاں، میری طبیعت نظر میں آئی)

''نہیں!.....ٹھیک ہوں۔''

''کل حکیم صاحب کے ہاں ڈنر ہے۔ تمہیں بہت ایکٹو نظر آنا چاہئے۔ تمہیں معلوم ہے بڑے بزنس مین بعض اوقات مجبوراً دوسری شادی کرتے ہیں کہ ان کی پہلی بیوی ان کے کیریئر میں کوئی رول ادا کرنے کے قابل نہیں ہوتی یا رہتی۔''

''دھک......'' دل جیسے کسی پچھلی دیوار سے جالگا۔

''بیوی، محرمِ راز......شریکِ حیات......

دل کی آرائش......گھر کی زیبائش......

''بزنس پارٹنر، لائف پارٹنر......کیا دونوں میں فرق نہیں ہونا چاہئے......؟'' بالآخر اس نے کہہ دیا۔

''لائف پارٹنر کو اپنے ہزبینڈ کی تمام لائف سے ٹچ ہونا چاہئے۔'' اِدھر سے تیار جواب آیا۔

''بیوی کو تو وہ سب کچھ کرنا چاہئے جو شوہر کی ڈیمانڈ ہے۔ بحیثیت مرد شوہر کو کیا کرنا چاہئے......؟'' اس نے تلخی چھپالی تھی، لہجہ عام کرلیا تھا۔

''ظاہر ہے اسے بیوی کے کمفرٹس کا دھیان رکھنا چاہئے۔'' وہ قدرے اُلجھ کر اس کی سمت دیکھنے لگے تھے مگر فوراً ہی نظریں ونڈ اسکرین پر جمادی تھیں۔

''مثلاً......؟''

''اسے اچھا گھر، اچھا لباس، اچھی خوراک، سوسائٹی میں پوزیشن دینے کی کوشش کرنا چاہئے۔''

''یہ تو اکثر ماں باپ بھی اپنے بچوں کو مہیا کرتے ہیں......یا نہیں......؟''

بادشاہوں کے ہاں کھانے کو کم ہوتا ہے......؟ وہ کیوں بیٹیوں کی شادیاں کرتے ہیں......؟ مخصوص ریلیشن شپ کے مخصوص تقاضے ہوتے ہیں جن سے زندگی خوبصورت دکھائی دیتی ہے۔ کمفرٹس کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے۔''

''فکشن کم پڑھا کرو۔ بڑے آدمیوں کی بائیوگرافی پڑھا کرو تاکہ بچوں کی تربیت میں سولڈ میٹر کام آئے۔'' وہاں سے بڑا بے رحم مشورہ آیا۔

(کیا ماں بننے کے بعد عورت، عورت نہیں رہتی......؟)

کتنا نفیس...... کتنا طرح دار، کمپیوٹر کی طرح ناپا تلا سا مرد اس کے پہلو میں تھا مگر جیسے نہیں تھا۔

جیسے آدم زاد نہیں...... میکائیل کا نائب...... کوئی فرستادہ۔

اکثر عورتوں کی زندگی میں مرد کتنی تھوڑی سی دیر کے لئے آتا ہے جیسے یوں ہی کوئی ہوا کا جھونکا۔

وہ جو لارا دے کر رفو چکر ہو جاتے ہیں، وہ الگ قسم ہے۔

جو چور راستے سے خوشی چاہتے ہیں اور ''پٹانے'' کے لئے آتے ہیں، وہ کچھ اور قصہ ہے۔

تکلیف دہ حقیقت تو یہ ہے کہ نکاح کا مضبوط بندھن باندھنے، پانچ سو یا ہزار باراتی لے کر آنے والے بھی اکثر بڑی تھوڑی سی دیر کے لئے آتے ہیں۔

گھر میں ان کی آمد بھی اور رفت بھی مستقل ہوتی ہے۔

مگر دل کے دالان، راہ داریاں، گزرگاہیں...... ان پر چاپ اُبھرنا بند ہو جاتی ہے۔

''بابا لوگ، آپ تو کھانا کھا چکے، آپ ''اسنوپی'' میں بیٹھئے، ہم اور آپ کی ممی ڈنر کر کے آتے ہیں۔'' انہوں نے بچوں کو مخاطب کیا۔

''اکیلے......؟'' اس نے تنک کر ان کی طرف دیکھا۔

''دو ہیں......'' بڑا سادا سا جواب آیا۔ وہ لاجواب سی ہو گئی۔

''بچے چھوٹے ہیں۔''

''اندر بیٹھیں گے...... عادت ہو گئی ہے تمہیں بحث کرنے کی۔''

''امی......! پپا جسٹ رائٹ...... یو ڈونٹ کیئر پلیز......'' وہ دونوں خوشی خوشی گاڑی سے اُتر گئے۔

انہوں نے گاڑی چائنیز کی طرف موڑ لی۔

''جو زمین کورنگی میں عرصے سے بیکار پڑی تھی، وہاں پرسوں سے کنسٹرکشن شروع ہو جائے گی۔''

''شارجہ چلو گی دو تین دن کے لئے......؟''

''وہاں کیا ہو رہا ہے......؟'' اس کے لہجے میں کوئی تاثر نہیں تھا۔

''بزنس ٹرپ ہے، تم شاپنگ کر لینا۔''

''تھینکس......اتنا کچھ خرید رکھا ہے، اسے ہی استعمال کرنے کی نوبت نہیں آئی۔''

''اب تم ڈل ہو چکی ہو تو اس کا کیا علاج۔'' وہ گاڑی پارک کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

میں تو وہی ہوں...... جو موم کی شمعیں جلاتے جلاتے آپ سے ٹکرائی تھی، اس مدہم اُجالے میں...... آپ کی نظر کی روشنی کتنی تیز تھی جیسے کوئی سورج دل پر آ پڑا تھا۔

میں تو وہی ہوں۔ جس سے ملنے کے بہانے کسی نہ کسی شام کو آپ آ موجود رہتے تھے۔

میں تو وہی ہوں......فون کی بیل بجا بجا کر جس کی جان آپ سولی پر لٹکا کر رکھتے تھے۔

کوئی اور فون اُٹھاتا تو لائن کاٹ دیتے۔

گھر والے جھلاتے، ''بہت ہی رانگ نمبر آنے لگے ہیں۔''

اور جو کبھی شامتِ اعمال سے میں ریسیور اُٹھا لیتی، اور گھر والے موجود ہوتے تو عجیب مشکل میں جان پڑ جاتی۔

آپ بولتے، میں خاموش رہتی۔

پوچھتے، ''کوئی بیٹھا ہے......؟''

میں خاموش رہتی......آپ جھلا کر ریسیور پٹخ دیتے۔

کوئی چوری تو نہیں تھی، رشتہ ہو چکا تھا۔

مگر وہ لب و لہجہ جو جسم و جان میں انگارے سلگا دیتا تھا، چہرے کا رنگ تبدیل کر دیتا تھا، اس لیے گھر والوں کے سامنے اپنا آپ بہت عجیب سا لگتا تھا۔

اب بھی دُور دیس سے آپ کا فون انتہائی رات کو آتا ہے۔

میں نیند میں ریسیور اُٹھاتی ہوں۔

آپ کہتے ہیں، میں ٹھیک ہوں، بچے کیسے ہیں......؟ ان کے اسکول گئی تھیں......دو دن بعد واپسی ہو گی......او کے......''

مشین میں سے ایک اور مشین کی آواز......

میں نیند میں ریسیور رکھتی ہوں......کبھی کریڈل پر ٹک جاتا ہے، کبھی صبح تک کسی طرف

جھولتا رہتا ہے۔

اکثر عورتوں کی زندگی میں مرد کتنی ذرا سی دیر کے لئے آتے ہیں......آہ......!

"ٹھیک سے کھایا پیا کرو مریم......! صحت ٹھیک ہوگی تو سسٹم چلے گا۔ گھر اور بچوں کی دیکھ بھال ٹھیک سے کر سکو گی۔"

"آپ فکر نہ کریں......میں ٹھیک سے کھا رہی ہوں۔"

اسے دُکھ چھپانے کے کمال آتے جا رہے تھے۔

"ویسے تو تم آل ریڈی سلم ہو، مگر صرف سلم ہی نہیں ہیلتھی بھی ہونا چاہئے......گھر کا سسٹم......بہرحال عورت سے ہی چلتا ہے۔"

"بالکل......سسٹم ہی تو سب سے اہم بات ہے انسانی زندگی میں......" اس نے سر جھکا کر تائیدی انداز اختیار کیا۔

"بالکل......بالکل......یہ سسٹم ہی سے چلنے کا کمال ہے کہ تم اتنے ٹھاٹ باٹ کی لائف گزار رہی ہو......تمہاری بہن کی شادی ہونے والی ہے، نئی جیولری چاہئے تو فون کر دوں گا شیخ کو، اس کا آدمی پہنچ جائے گا، پسند کر لینا......ٹھیک ہے......؟"

"ٹھیک ہے......" اس نے سر جھکا کر کھیرے کا ٹکڑا چبانا شروع کر دیا۔

♦ ♦ ♦

کوئی ایسا بارش کا موسم تو نہیں تھا۔ صبح خواب گاہ سے باہر آئی تو بادلوں سے آسمان ڈھکا ہوا تھا۔

اس نے فوراً میکے کا نمبر ملایا۔

"امی......! السلام علیکم......! وہ آپ آصفیہ اور ربیعہ کو بھیج دیں۔ میں ڈرائیور کو بھجوا رہی ہوں۔"

"جی جی......خیرت ہے......بس آج گھریلو پکنک منانے کا موڈ ہے۔ اچھی اچھی چیزیں خود بنائیں گے، میں شدت سے ان کا انتظار کر رہی ہوں۔"

وہ ریسیور رکھ کر کچن میں آئی۔ ایک کپ چائے پی کر بہت تر و تازہ احساسات کے ساتھ

وہ ملازمہ کو لے کر لان میں آ گئی تھی۔

بچوں کے اسکول سے آنے سے پہلے پہلے وہ پھولوں سے جھولے سجا دینا چاہتی تھی، گیندے اور گلاب سے جھولے سجاتے سجاتے وہ عجیب سی سرخوشی محسوس کر رہی تھی کہ بچے کس قدر خوش ہوں گے۔ سب ایک دوسرے کو پینگیں دے گے۔

گھر ایک دم خوشبو سے بھرا اور روشن روشن لگنے لگا تھا۔

دو گھنٹے بعد آصفیہ اور ربیعہ بھی آ گئی تھیں۔

''ہائے آپا...... کتنے پیارے جھولے سجائے ہیں۔'' وہ تو جھولے جھولنے لگیں۔

''پکا کیا رہی ہیں...... یعنی ہمیں کھلا کیا رہی ہیں......؟'' آصفیہ کھلکھلائی۔

''مل کر پکائیں گے، پکوریاں، مولی کے پراٹھے......''

''بی بی......! صاحب کا فون ہے۔'' اس کی بات اُدھوری رہ گئی۔

''ایک منٹ ابھی آئی...... آ کر باقی مینو بتاتی ہوں۔''

وہ ملازمہ کے ساتھ اندر کی طرف بڑھ گئی۔

''جی...... السلام علیکم......!''

''وہ مریم......! میں صبح تمہیں بتانا بھول گیا۔ یار چھ بجے تک تیار ہو جانا، وہ ایک جاپانی ڈیلی گیشن آیا ہوا ہے، قونصل خانے میں ڈنر ہے...... بہت امپورٹنٹ ڈنر ہے۔ مس اینڈ لاس (Loss) والی بات ہو گی۔ تیار رہنا، او کے۔''

انہوں نے ریسیور رکھ دیا تھا۔

مگر وہ ریسیور تھامے ہنوز کھڑی تھی۔

پروگرام تو یہ تھا، دوپہر کا کھانا کھا کر گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بچے آرام کر لیں گے۔ تین بجے سے ''پکنک ایٹ ہوم'' شروع ہو گی جو رات تک جاری رہے گی۔

وہ تھکے تھکے سے قدموں سے واپس لان میں آئی تھی۔

''کیا کہہ رہے تھے آپا، دُلہا بھائی......؟''

ربیعہ نے اس کی اندرونی تبدیلی کو فوراً بھانپ کر پوچھا۔

''کہہ رہے تھے خوش نہیں ہوتے۔ گزارا کرتے ہیں، سوچنا بند کرو۔ صرف حرکت کیا کرو

تاکہ پتا لگتا رہے کہ بندہ زندہ ہے۔"

اس کی آواز نہایت دھیمی تھی۔

"جی.....؟" دونوں بھونچکی سی رہ گئیں۔

اور وہ ایک دم جیسے جاگ گئی۔

"ارے.....! وہ بس پروگرام تلپٹ ہو گیا ہے ناں تو غصہ آ گیا تھا۔ تم لوگ بچوں کے ساتھ پکنک منا لینا..... مجھے چار بجے پارلر جانا ہوگا۔ آج صرف ڈنر نہیں ہے، سرکار کے دربار میں حاضری بھی ہے۔ اسی لحاظ سے تیار بھی ہونا ہوگا۔"

وہ اسی سست روی سے اپنی خواب گاہ کی سمت بڑھ گئی۔

کہیں مزدور کی واپسی کا وقت ہے۔

عورت تابڑ توڑ روٹیاں تھوپ رہی ہے۔ کہیں چڑ چڑا کلرک آنے والا ہے۔ بیوی خبردار، ہوشیار کی تصویر بنی پھر رہی ہے۔

کہیں گزارا نہیں ہوتا..... عورت فیکٹری میں اوور ٹائم کر رہی ہے۔

اور میں.....!

قونصلیٹ کی آشیرباد حاصل کرنے کے خیال سے کسی بہترین ڈریس کا انتخاب کر رہی ہوں..... میرا میاں بہت کماتا ہے..... یہ بھی مسئلہ ہے۔

اکثر عورتوں کی زندگی میں مرد بہت ہی تھوڑی مدت کے لئے آتے ہیں۔

یوں..... جیسے کوئی ہوا کا جھونکا۔

⌘ ⌘ ⌘